احمد معاویہ

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ

مفکر احرار چودھری افضل حق ......ایک نابغۂ روزگار، عہد ساز و عہد پرور شخصیت اردو ادب میں منفرد اور مستقل اسلوب کے ادیب لبیب، صاحب بصیرت و فراست مفکر اور مدبر، پر جوش دینی و قومی رہنماء تحریک آزادی کے عظیم انقلابی لیڈر،...... سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے مفکر احرار کا سراپا کچھ یوں لکھا ہے!

رعنا قد گٹھیلا جسم، کشادہ سینہ، شگفتہ رنگ، تبسم فشاں چمکیلی شربتی آنکھیں، اُبھرے ہوئے رخسار، گول چہرہ، ہلکی ہلکی ملگجی ڈاڑھی، لمبی ستواں ناک، تیکھے نقوش، نکیلے خط و خال آواز، بلند اور پاٹ دار، مگر جیل میں سرمہ کھلائے جانے کے بعد سے آخر تک دبی گھٹی اور وقفہ وقفہ سے کھلنے والی، لہجہ متین اور باوقار، مزاج میں رنگینی اور لطافت، طبیعت میں ظرافت و شرافت، خاندانی وجاہت و تمکنت کا مثالی پیکر" یہ مفکر احرار چودھری افضل حق ہیں۔

چودھری صاحب ۱۸۹۱ میں ضلع ہوشیار پور کے قصبہ گڑھ شنکر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سے لیکر انٹرنس تک امرتسر میں حاصل کی۔ بعد ازاں لاہور آکر پہلے اسلامیہ کالج اور پھر دیال سنگھ کالج میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ طبیعت شروع ہی سے باغیانہ تھی۔ فرنگی سے شدید دلی نفرت کے باوجود خاندانی حالات اور دباؤ کی وجہ سے ۱۹۱۷ میں پولیس میں بطور انسپکٹر بھرتی ہوگئے۔ تربیت سے فارغ ہوئے تو تھانہ صدر لدھیانہ تقرری ہوئی۔

زمانۂ ملازمت میں پہلی جنگ عظیم زوروں پر تھی۔ برطانیہ، فرانس اور دوسرے اتحادیوں کے مقابلہ میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ جرمنی کو اس جنگ میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ آگ اور خون کے اس وحشت ناک کھیل میں جہاں جرمنوں کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا وہاں ترکوں کو بھی عبرت ناک زوال سے دوچار ہونا پڑا۔ برطانیہ اور فرانس نے ترکی کے کئی حصے بخرے کئے اور آپس میں بانٹ کر ان پر قبضہ کرلیا۔ ان دنوں ترکی میں خاندان عثمانیہ کی خلافت قائم تھی۔ ہندی مسلمان اس خلافت کو بڑی عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ترک خلیفہ کو عالم اسلام کا سربراہ تسلیم کرتے تھے۔ ترکوں کی اس حالت زار اور اتحادیوں کی یلغار نے ہندی مسلمانوں کو مضطرب اور بے چین کردیا۔ خاص طور پر جب سقوط خلافت ہوا تو اہل ہند کی حالت نا دیدنی تھی۔

چودھری افضل حق جو ایک غیرت مند دل لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور وہ اپنے دینی و قومی جذبہ کی بناء پر انگریز کی ملازمت سے جان چھڑانے کی سوچنے لگے۔ انہی دنوں میں سقوط خلافت عثمانیہ کے نتیجہ میں ہندوستان کے اندر "تحریک خلافت" عروج پر تھی۔ جس کی قیادت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حکیم اجمل خان، مولانا ابوکلام آزاد، علی برادران، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید محمد داؤد

غزنوی، ایسے حضرات کر رہے تھے۔ تحریک خلافت کے سلسلہ میں ہی لدھیانہ میں مسلمانوں کا ایک عظیم قومی اجتماع ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خطابات تھے۔ چودھری صاحب سرکاری رپورٹر پولیس کے ہمراہ اپنے "فرائض" کی بجا آوری کے لئے جلسہ گاہ میں موجود تھے۔ تب امیر شریعت کی جوانی جوبن پر تھی۔ آتش جواں کا معاملہ تھا۔ فرنگی سامراج کے خلاف ماحول میں وہ ایک شعلہ نوا خطیب تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب کی ابتداء میں حجازی لے میں قرآن پاک کی تلاوت اور اس کے بعد حقائق و واقعات، ملکی سیاسیات، انگریز سامراج کی دین اسلام سے ازلی دشمنی اور اس کے ظلم و استبداد، خاص طور پر ترکی خلافت کے خاتمہ اور برصغیر میں آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والے مجاہدین پر انگریز کے انسانیت سوز مظالم کی تاریخ بیان کی تو دل و دماغ کی گرھیں کھلنے لگیں، سوئے ہوئے باغیانہ خیالات بیدار ہوئے تو ایک نئے چودھری افضل حق نے جنم لیا۔ کارِ سرکار سے واپس لوٹے اور چند ہی روز میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر میدانِ کارزار میں صف نشیں ہوگئے۔ چودھری صاحب نے اپنی فطری استعداد اور پر جوش خیالات کی بنا پر جلد ہی تحریکِ آزادی کے صفِ اوّل کے رہنماؤں میں اپنی جگہ بنالی۔ جس دور میں چودھری صاحب نے قومی زندگی میں قدم رکھے اس وقت افقِ سیاست پر بڑے بڑے نام چھائے ہوئے۔ تب مولانا حسرت موہانی، علی برادران، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید دہلوی، مفتی محمد کفایت اللہ، علامہ محمد اقبال، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، شیخ حسام الدین وغیرہم ان حضرات کا پورے ہند میں طوطی بول رہا تھا۔ جبکہ ہندوؤں میں پنڈت جواہر لال نہرو، لالہ لاجپت رائے، گاندھی جی، سبھاش چندربوس، سردار منگل سنگھ اور پٹیل کا بڑا نام تھا۔

چودھری صاحب ابتداً تحریک خلافت میں رہے۔ کانگریس کے ساتھ بھی دوسرے اکابر کی طرح اشتراک عمل رہا۔ مگر ہندو بنیا کی تنگ نظری اور تعصب پروری ہر جگہ سنگِ راہ بننے لگی، خاص طور پر کانگریس...... بعض مسلمان ارکان کی جانب سے غیر مناسب رویہ پیش آنے لگا۔ تو چودھری صاحب نے اپنے ساتھیوں، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، شیخ حسام الدین، مولانا ظفر علی خان اور غازی عبدالرحمٰن خان امرتسری، کے ساتھ مل کر، علامہ انور شاہ کاشمیری اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مشورہ و ایما پر اپنے فکر و عمل، اور خیال و نظر کی عملی تشکیل کے لئے علیحدہ راہ اپنائی اور "مجلس احرارِ اسلام" کے نام سے غریب و متوسط طبقہ کے مسلمانوں کی ایک دینی انقلابی جماعت کی بنیاد رکھی۔ جس کے پہلے صدر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بنے۔ چودھری افضل حق نے کبھی مجلس احرار کا کوئی عہدہ قبول نہ کیا مگر انہیں جماعت میں بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ انہوں نے مجلس احرار کو فکری و نظریاتی اثاثہ مہیا کیا اور اسے انقلابی خطوط پر استوار کیا۔ انہوں نے اپنی جماعتی زندگی میں متعدد قومی تحاریک برپا کیں۔ تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء تحریک کپور تھلہ، راجپال کے خلاف تحریکِ ناموس رسالت، قادیانیوں کے خلاف تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ میں قائدانہ کردار ادا کیا اور مکمل رہنمائی کی۔ دو مرتبہ پنجاب اسمبلی کے

رکن منتخب ہوئے اور اپنی ذاتی سعی و کوشش سے متعدد اصلاحات کرائیں۔ خاص طور پر جیلوں کے متعلق ان کی اصلاحات قابل ذکر ہیں۔

چودھری افضل حق نے اپنی ہنگامہ خیز زندگی میں متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ پہلی مرتبہ جب گرفتار ہو کر ہوشیار پور جیل اور وہاں سے انبالہ جیل میں پہنچائے گئے تو قیدِ تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ قریباً چودہ گھنٹے مسلسل پاؤں میں بیڑی، اور ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر کڑیاں باندھی گئیں۔ دورانِ خون معطل ہونے کی بنا پر فالج کا زبردست حملہ ہوا۔ دایاں بازو شدید متاثر ہوا۔ اور آخر عمر تک دائیں بازو سے لکھنے کے لئے معذور ہوگئے۔ گلے کی بندش، کھانسی، دمہ، دائمی قبض کے عارضے مستقل طور پر لاحق ہوگئے۔

چودھری صاحب نے اپنی مصروف ترین قومی و جماعتی اور تحریکی زندگی کے باوجود اردو ادب کو نثر میں بیش تر سرمایہ مہیا کیا۔ محبوبِ خدا، دینِ اسلام، جواہرات، شعور، دیہاتی رومان، معشوقۂ پنجاب، آزادیٔ ہند، زندگی، تاریخ احرار، میرا افسانہ، خطوطِ افضل حق، اردو ادب کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کتب میں مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشی، معاشرتی مسائل کو بڑے خوبصورت الفاظ اور پیرایۂ زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔

شورش کاشمیری مرحوم کی رائے میں!

"چودھری صاحب کی کتابوں میں ان کی موضوعی حیثیت کے علاوہ جو چیز قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔ وہ ان کا پروقار اندازِ بیان ہے۔ جو کبھی شوخی بن کر جھلکتا ہے۔ کبھی تقوی کی طرح خشک ہو جاتا ہے۔ کبھی پیالۂ شراب کی طرح چھلکتا ہے۔ کہیں رعنا فقرے راگوں کے جزیرے معلوم ہوتے ہیں۔ اور کہیں عبارت اس قدر عفت ماب ہو جاتی ہے۔ جیسے نگاہِ غیر کی گستاخی سے کسی پردہ نشین کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی ہو۔ ان کی کتابوں کا پیرایۂ بیان اور مقصد کی افادیت صبحِ بہار کی طرح خنداں ہے۔ الفاظ پر ان کی استادانہ دسترس سے مختلف قسم کی فضائیں مترنم لہجہ میں پیدا ہوتی ہیں جو اپنے گردوپیش کی خود بخود نمائندگی کرتے ہوئے قاری کی گزرگاہِ خیال سے گزر جاتی ہیں۔"

چودھری افضل حق کی کتابوں کی تازگی امتدادِ زمانہ کے باوجود آج بھی قائم ہے، اہل دانش، ادبِ عالیہ کے دلدادہ اہلِ ذوق آج بھی ان کی کتب کے مطالعہ سے حظ اٹھاتے اور دل و دماغ کو ایک بہترین تفریح سے لبریز کرتے ہیں۔

چودھری صاحب نے اپنے متعدد خطبات و مقالات میں اسلام کے خدمتِ خلق اور مساویانہ نظام کا نعرۂ رستاخیز بلند کیا ہے۔ انہوں نے اقتصادی و معاشی بگاڑ اور معاشرتی برائیوں کو سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار بتایا ہے۔ ذیل کے اقتباس سے یہ چیز بخوبی واضح ہوسکے گی۔

"قرآن و حدیث کی روشنی میں دماغ کے گوشوں کی تاریکی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ نبی جائدادوں کے وارث بنائے جاتے ہیں نہ وہ ورثہ چھوڑتے ہیں۔ ہر نبی کی دعوت عوام کے لئے تھی۔ اُمراء کے دل نیکی کا بنجر ہوتے ہیں۔ ان میں اسلام و مذہب کی کھیتی سرسبز نہیں ہوتی۔ اسی لئے پیغمبروں نے جب کبھی پکارا

غریبوں کو ہی پکارا۔ جب منظم کیا غریبوں کو ہی کیا۔ اس لئے کہ اسلام کے نزدیک سب عوام ہیں۔ امراء و رؤسا بعد کی پیداوار ہیں۔ اسلام سوسائٹی میں طبقات کا قائل نہیں، سرمایہ دار غریب کے خون کا نچوڑ ہیں اس کے مطابق امرا، غریب کا خون نچوڑنے والی جونکیں ہیں۔ ان کو مٹا کر ہی اسلام زندہ اور قائم رہ سکتا ہے۔ اعلیٰ طبقہ جہادِ زندگی کے قابل نہیں رہتا۔ اسی لئے تو قرآن نے مالِ غنیمت کو صاحب زر لوگوں میں تقسیم کی کامل ممانعت کر دی تھی۔ مبادا مسلمانوں میں رؤسا کا طبقہ پیدا ہو کر روحِ اسلام کو کمزور کر دے۔ اور غربا کی بربادی کا باعث ہو۔ اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال مزنی رضی اللہ عنہ کی اراضی ضبط قرار دی تھی کہ وہ ان کی ضرورت سے زیادہ ہے۔ غرض اسلام نے مساوات کو قائم کرنے میں کسی پر رحم کرنا یا لحاظ کرنا قبول نہیں کیا۔ مبادا اسلامی برادری میں اعلیٰ طبقہ پیدا ہو جائے اور نچلے طبقے کی زندگی کو تلخ کر دے۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھو، بعد میں سرمایہ داری ہی حقیقی اسلام کو کھا گئی، سرمایہ داری ختم کرو گے تو اسلام زندہ ہو جائے گا اسی کے خاتمہ پر یہ ملک امن کی بستی ہو سکے گا۔"

دینِ اسلام کا یہ عظیم مبلغ و مناد، محبوب خدا ﷺ کا جانباز سپاہی و شیدائی، تحریک آزادی کا پرجوش، آتش بجاں مجاہد، انقلابی قائد و رہنما اپنی انچاس برس کی مختصر زندگی میں فکر و شعور کے جواہرات بکھیرتا، آزادیٔ ھند کی جنگ لڑتا ہوا ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو سدھار گیا۔ اس عظیم مجاہد کا جنازہ جماعتِ احرار کے اسی دفتر سے اٹھایا گیا جہاں ایک عرصہ قبل اداءِ فرض کے لئے قدم رکھے تھے۔ مشہور انقلابی شاعر علامہ انور صابری مرحوم نے ان کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

حیاتِ افضل کو پڑھ کے انور، یہ راز سمجھا دماغ میرا
زعیمِ فطرت شکار بھی تھا، ادیبِ جادوگار بھی تھا
دل و جگر کی حرارتوں میں، حرارتِ قلب و زندگی تھی!
فقیرِ عالی وقار بھی تھا، غریب کا غم گسار بھی تھا!

بقیہ از ص ۶۰

بن عبد العزیزؒ۔ وفات اسامہؓ بن زید بن حارثہؓ۔ وفات امام ابو حنیفہؒ۔ وفات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (۲۲ رجب)

*شعبان: وفات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ۱۱ھ (بعض روایت میں رمضان ۱۱ھ بتایا جاتا ہے)۔ وفات مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔ وفات حسن بصریؒ۔

مجھے آپ حضرات کے کمالِ علم کا اعتراف ہے۔ اور اسی بنا پر میں امید کرتا ہوں کہ میری اس عاجزانہ درخواست پر آپ حضرات کی طرف سے مثبت رد عمل ہو گا۔ کیوں کہ ان مقدس ہستیوں کا تذکرہ کرنا خود آپ کا بھی فرض ہے۔ بشرطیکہ آپ کو ان مقدس و پاکیزہ ہستیوں سے کوئی کد نہ ہو بلکہ آپ ان سب کی عظمتوں کے معترف ہوں۔

عکس تحریر: چودھری افضل حق

مجلس احرار نے شعبۂ تبلیغ احرار کا جو نظام بنایا تھا۔ اس میں اصلاح و ترمیم کا وقت آگیا ہے۔ شعبۂ تبلیغ احرار کے بعض بہترین ہمدرد پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کا وقتاً فوقتاً مشورہ شعبہ کیلئے ضروری ہے۔ علاوہ ازیں شعبۂ احرار کی مختلف شاخیں خود بخود قائم ہو چکی ہیں۔ اُن کے نمائندوں کو تمام حالات سے باخبر رکھنا اور ان کی رائے کو حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ میری تجویز یہ ہے۔ کہ شعبۂ احرار کی جس قدر مجالس قائم ہو چکی ہیں۔ ان کے نمائندوں پر مشتمل ایک مرکزی مجلس مشاورت بنائی جائے۔ اور اسے اختیار دیا جائے کہ وہ تبلیغ اسلام میں دلچسپی لینے والے حضرات کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ اور یہ مرکزی مجلس مشاورت تمام آمد و خرچ پر محاسبہ کرنے کی مجاز ہو۔ علاوہ ازیں وہ اپنی رائے کو ریزولیوشن کی شکل میں پیش کریں۔ اسے شعبۂ تبلیغ احرار کے کارکن حتی الامکان عملدرآمد کریں۔

واضح ہو کہ شعبۂ تبلیغ احرار کا موجودہ کانسٹی ٹیوشن یہ ہے کہ مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی شعبۂ احرار کی کارکن جماعت کو نامزد کرتی ہے۔ اور وہ نامزد شعبۂ احرار کی کارکن جماعت آزادانہ طور سے اپنی رائے کے مطابق تمام کام کرتی رہتی ہے۔ لیکن مجلس احرار کی مجلس عاملہ کو یہ اختیار ہے کہ اپنے شعبہ سے کسی وقت کسی معاملے میں باز پرس کرے۔

اب میری تجویز کے مطابق شعبۂ تبلیغ احرار کو چلانے والی تین جماعتیں ہونگی۔ اول ورکنگ کمیٹی مجلس مرکزیہ احرار جو شعبہ احرار کی کارکن جماعت کو نامزد کریگی۔ دوم، تبلیغ شعبۂ احرار کی کارکن جماعت۔ سوم، مرکزی مجلس مشاورت۔

اگر مجلس شعبۂ احرار کی کارکن جماعت اور مجلس مشاورت کے درمیان کوئی صورت اختلاف پیدا ہو یا کام کے متعلق کہیں جھگڑے کی صورت نظر آئے تو مجلس مرکزیہ احرار ہند کی مجلس عاملہ کا فیصلہ قطعی ہونا چاہئے تاکہ کام ذاتی مناقشات کے باعث خراب نہ ہو۔

نوٹ: — یہ میری ذاتی رائے ہے۔ ممبر صاحبان بحث و تمحیص کیلئے اپنی رائے خود قائم کر سکتے ہیں۔ مجلس عاملہ کا جلسہ ۱۹ر اپریل ۱۹۳۵ء کو بروز جمعۃ المبارک دو بجے بعد دوپہر دفتر مجلس مرکزیہ احرار ہند میں منعقد ہوگا۔

افضل حق